

# حقیقت خود کو منوالیتی ہے

طلوع اسلام نے قریب چالیس سال پہلے اس حقیقت کو قوم کے سامنے پیش کیا کہ اسلام میں غلط اور صحیح کامیاب خدا کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے مروجہ عقائد اور مسالک کو اس معیار پر پرکھیں جو اس پر پورے اتریں انہیں اسلامی قرار دیا جائے۔ جو اس کے خلاف جائیں انہیں مسترد کر دیا جائے۔ اس طرح ہم اس دین کا احیاء کر سکیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرمؐ کی وساطت سے دنیا کو دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ہم نے بہت سے ایسے عقائد اور شعائر کی نشاندہی کی جو قرآن مجید کے خلاف تھے۔ ہمارے قدامت پرست طبقہ نے اس اصول کی شدت سے مخالفت کی اور طلوع اسلام کے خلاف کفر تک کے فتوے لگا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم مخالفتوں کے اس بھوم سے متاثر ہوئے بغیر قرآنی تعلیم کو عام کرتے رہے۔ نتیجہ اس کا یہ کہ اب یہ طبقہ آہستہ آہستہ قرآن مجید کی طرف آرہا ہے۔ اس کی تازہ مثال ہمیں جماعت اہل حدیث کے ترجمان ماہنامہ محدث (لاہور) کی اشاعت بابت محرم الحرام ۱۴۰۷ھ سے ملتی ہے جسے ہم مسرت پیش خدمت قارئین کو پیش کرتے ہیں۔

## ۱) اسلام اور فتنہ بندی

طلوع اسلام نے اس حقیقت کو پیش کیا تھا کہ امت مسلمہ ایک غیر منقسم وحدت ہے جس میں الگ الگ فرقوں یا پارٹیوں کا وجود خلاف اسلام ہے۔ قرآن مجید نے اس تفرقہ کو شرک قرار دیا ہے۔ اس پر قدامت پرست طبقہ کی طرف سے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا گیا۔ لیکن دیکھئے کہ اب یہ حضرات کس طرح اعتراض حقیقت پر مجبور ہو رہے ہیں۔ محدث کے محولہ بالا پرچہ کے ادارے میں لکھا ہے :-

”پاکستان نظریاتی لحاظ سے ایک اسلامی مملکت ہے۔ آئیے اب دیکھیں کہ ایسی صورت حال میں اسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔“

اسلامی نقطہ نگاہ سے کسی معاشرہ کے صرف دو ہی فرقے یا پارٹیاں ہو سکتی ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کی نازل کردہ شریعت پر ایمان رکھتی ہے اور اسے دستور حیات بنانا چاہتی ہے اور اس میں سرگرم عمل ہے۔ قرآن کریم نے اس پارٹی کا نام ”حزب اللہ“ تجویز کیا ہے۔ ”حزب“ کا لفظ سیاسی پارٹی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن کریم نے حزب اللہ کی یہ تعریف فرمائی ہے :-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (پیشہ)

”اے پیغمبر! آپ ایسی قوم (کوئی) نہ پائیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھتی ہو پھر ایسے لوگوں سے

دوستی بھی رکھے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔  
یعنی یہ اللہ کی پارٹی نہ تو لادین جماعتوں کے ساتھ الحاق کر سکتی ہے اور نہ اسلام کے علاوہ دوسرے نظریات و احکام کو قبول کر سکتی ہے۔ اس جماعت کی چند دوسری صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا :-

أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پہلے)

”یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں۔ آگاہ رہو یہی اللہ کی جماعت و فلاح پائے گی۔“

اس کے مقابل دوسری وہ پارٹی ہے جو اسلامی نظام حیات کو پسند نہیں کرتی خواہ وہ نام کی مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

ایسی دشمن اسلام یا دین بنی از جماعت کو قرآن کریم نے ”حزب الشیطان“ کا نام دیا ہے۔ ارشاد باری ہے :-

إِسْتَفْهِزُوا عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ ۚ فَاسْلُكْهُمْ دُكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ

الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ (پہلے)

”ان پر شیطان نے اپنی گرفت مضبوط کر رکھی ہے اور انہیں خدا کی یاد سے غافل کر رکھا ہے یہ لوگ شیطان کی

پارٹی ہیں آگاہ رہو یہ شیطانی جماعت ہی گھائے میں رہے گی۔“

دیجیئے آیات بالا سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں :-

(۱) حزب اللہ صرف ایک ہی پارٹی ہو سکتی ہے، جب کہ حزب الشیطان بہت سی جماعتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ حق کا

یاسید ہمارا ستھرت ایک ہو سکتا ہے اور باطل کی راہیں لاتعداد ہو سکتی ہیں۔

(۲) اسلام کے خلاف باطل نظریات کی حامل پارٹیاں عموماً مشترکہ محاذ بنالیتی ہیں اور اس کے مٹانے کے درپے

رہتی ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں بھی ہوا کہ جنگ خندق کے موقع پر اسلام کے مخالف تمام قبائل چڑھ آئے

تھے۔ قرآن کریم نے انہیں احزاب کے نام سے پکارا ہے اور علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا :-

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز  
جہرا بخ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

(۳) ایک اسلامی مملکت میں شیطانی جماعت کا رو بار مملکت میں حوثہ نہیں لے سکتی گو یا اسلام یک جماعتی حکومت

(ONE PARTY GOVERNMENT) کا حامی ہے۔ اس طرح سیاسی پارٹیوں کی از خود متحدید ہو جاتی ہے۔

اس بحث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام اتحاد اور یک جہتی کا قائل ہے۔ قرآن حکیم کا واضح حکم ہے :-

وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ جَمِيعَةً ۚ لَّا تُفْسِدُوا (آل عمران) (پہلے)

(”اے مسلمانو! سب مل کر اللہ کی رسی (احکام شریعت) کو مضبوط تھامے رکھو اور فرقے فرقے نہ ہو جاؤ۔“)

اس آیت حبیبیہ کی رو سے اسلام میں سیاسی جماعتوں کی تشکیل بالکل ناجائز بلکہ حرام ہے۔ کیا اس حکم خداوندی کی رو

سے یہ تمام سیاسی جماعتیں کا عدم قرار نہیں دی جاسکتی ؟

اسلام تفرقہ و انتشار کو شرک کے مترادف قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے :-

فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا يُمْنُهُمْ وَكَانُوا مِنْ بَيْنِهِمْ (پہلے)

”اے مشرکوں میں نہ ہونا (یعنی) ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور خود فرقے

فرقے ہو گئے۔“



حضرت ابن عباسؓ نبی (صلعم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ہر پہنہ پاؤ۔ ہر پہنہ بدن۔ پینہ  
خندہ کے حشر کئے جاؤ گے اور قیامت کے دن سب سے پہلے جسے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم  
ہیں۔ اور اس دن میرے چند صحابہ بائیں جانب (جہنم کی جانب) لئے جا رہے ہوں گے۔ میں کہوں گا،  
یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ اللہ فرمائے گا، یہ لوگ اپنے پیچھے دین پر لوٹ گئے تھے جب سے آپؐ (ان کے  
پاس سے جدا ہوئے۔ پس میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (یعنی عیسیٰ) نے کہا تھا۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ  
شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ۔ اَلِی قَوْلُ الْعَزِيزِ۔

بخاری عربی، جلد دوم، ص ۱۳۵۔ اردو ترجمہ شائع کردہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، جلد دوم (ص ۱۳۹)

طلويع اسلام نے لکھا کہ یہ روایت (اور اسی قسم کی دیگر روایات) جن سے حضور نبی اکرمؐ کی ذات اقدس پر کسی قسم کا طعن پڑتا  
ہو یا صحابہؓ کی سیرت و اعداء جہر تہی ہو، وضعی ہیں اور دشمنان اسلام کی سازش کا نتیجہ۔ اس پر اس کے خلاف علوفہ  
برپا کر دیا گیا۔ اسے منکر حدیث قرار دیا گیا۔ (مولانا) محمد اسماعیل (مرحوم)۔ (سابق) صدر جمعیت اہل حدیث نے یہاں تک  
لکھ دیا کہ بخاری اور مسلم کی کسی ایک حدیث کا انکار بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ طلويع  
اسلام نے کامل صبر و سکون سے اس مخالفت (اور کفر کے فتوؤں) کو برداشت کیا۔ لیکن اب دیکھئے کہ خود اہل حدیث  
حضرات کی طرف سے کس طرح اعتراضات حقیقت کیا جا رہے۔ محولہ بالا ماہنامہ محدث نے لکھا ہے :-

حضرت موسیٰ کے دو ساتھیوں کے سوا سب نے انہیں سر میدان دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ ہم آپؐ کی  
کوئی تدبیر نہیں کر سکتے۔ حضرت عیسیٰ کے ساتھیوں نے انہیں پیچ دیا۔ لیکن حضرت رسول اللہ (صلعم)  
کے صحابہؓ ایسے تھے۔ اس لئے بدر کے میدان میں صحابہؓ نے حضرت رسول اللہ (صلعم) سے کہا کہ  
ہم حضرت موسیٰ کے ساتھیوں جیسے نہیں۔ صحابہؓ کا حضرت موسیٰ کے صحابہ پر طعن کرنا یہود کو دکھا  
گیا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں میں ایک گروہ پیدا کیا جنہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت  
رسول اللہ (صلعم) کے صحابہؓ بھی آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مرتد ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔  
... کاش مسلمان دشمنوں کی اس سازش کو سمجھتے۔ (ص ۸۳-۸۲)

آپؐ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کے متعلق اب کس طرح لفظاً و ہی کچھ کہا جا رہا ہے جو کچھ طلويع اسلام  
چالیس سال سے کہتا چلا آ رہا ہے۔ اور ایسا کہنے والے کون ہیں؟ خود اہل حدیث حضرات! ہم مجلہ محدث کو اس  
اعتراض حقیقت پر مستحق تبریک و تہنیت قرار دیتے ہیں۔



## ۴۔ ہماری تازہ نچ

کتب احادیث میں وضعی روایات شامل ہونے کی ایک مثال ماہنامہ محدث کے حوالے سے آپؐ نے دیکھی۔  
اب ایک مثال کتب تاریخ کے متعلق بھی ملاحظہ فرمائیے۔ جماعت اہل حدیث ہی کے ایک دوسرے ترجمان -  
ہفت روزہ الاعتصام (لاہور) نے اپنی اشاعت بابت ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ء میں تاریخ کے سلسلہ میں (مولانا ابوالکلام)



آزاد و مرحوم) کا ایک مقالہ درج کیا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں :-

”افسوس ہے کہ صدر اقل کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی حال و خطا کھ چکا ہے۔ ہر عہد کا مؤرخ دراصل اُسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے، اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اُسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اس کے عہد کی آب و ہوا ہوتا ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد پر ختم ہو گیا، اور اُس کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، اُس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اقل کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشو و نما ہو چکی تھی، اس لئے ان مصنفوں نے جب اُس عہد کے حالات پر قلم اٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کر کے اس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اُس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے۔ ہر گوشہ تک اس معاملہ کے اثرات پہنچے۔ حتیٰ کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لے کر آخری عہدِ تدوینِ کتب تک کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں، اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جاسکتی، تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اقل کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس پہنتے آئے ہیں، اور ان کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پتہ تو موجود ہے۔ مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو تم انگلی رکھ کر بتا سکتے کہ صدر اقل کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صورت میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہنے ہیں۔ یہ ہے ہماری تاریخ کی حیثیت !

طلوع اسلام شروع سے کہتا چلا آ رہا ہے کہ ہماری کتبِ احادیث اور تاریخ میں دشمنوں کی سازش سے بہت کچھ آمیزش ہوئی ہے۔ اسلام کو اس کی مندرجہ صورت میں پیش کر سنے اور امت کے عقائد و مسائل کو از سر نو الدین کے مطابق قائم کرنے کے لئے اشد ضروری ہے کہ ان تمام کتب کا جائزہ قرآن کریم کی روشنی میں لیا جائے۔ جو کچھ اس کے مطابق ہو اسے صحیح تسلیم کیا جائے جو اس کے خلاف ہو اسے مسترد کر دیا جائے اور اس طرح کتبِ احادیث اور تاریخ کی از سر نو تدوین کی جائے۔ ہمارے قدامت پرست طبقہ کا اب رجحان تو کچھ اس طرف ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس ضرورت کو بالکل تسلیم کر لیں۔ اس طرح دین اپنی حقیقی شکل میں نکھر کر سامنے آ سکے گا۔

## ۵۔ طلاق کا مسئلہ

معاصر بہت روزہ الاعتصام (لاہور) کی ۲۰ دسمبر ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے :-  
روزنامہ ”مشرق“ لاہور کے بموجب کراچی کے ایک شخص نے سندھ ہائی کورٹ کے شریعت بیچ میں ایک درخواست دی ہے جس میں اس نقطے پر حتمی رائے دینے کی استدعا کی گئی ہے کہ کیا بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس نے اپنی بھتیجی کاکیس پیش کیا جسے اس کے شوہر نے تین بار گواہوں کی موجودگی میں طلاق دے دی، جو اب عدت بھی پوری کر چکی ہے۔ درخواست دہندہ نے کہا کہ

اس نے حنفی مسلک کے چار مفتیوں سے رائے طلب کی تو انہوں نے کہا کہ طلاق مؤثر ہو چکی ہے جب اہل حدیث مفتیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ طلاق کا عمل پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا ہے۔ درخواست میں کیا گیا ہے کہ اس صورت حال میں ایک عام مسلمان جو کسی خاص فرقے سے تعلق نہ رکھتا ہو، علماء کے متضاد فتوؤں میں سے کون سا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ شریعت پنج نے درخواست سماعت کے لئے منظور کر لی ہے۔  
(مشرق، لاہور۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ملک میں عائلی قوانین رائج ہیں جن میں مسئلہ طلاق بھی شامل ہے، فقہی قوانین رائج نہیں۔ بالآخر سے یہ واضح نہیں کہ درخواست دہندہ نے کون سے قانون کو شریعت پنج میں چیلنج کیا ہے جو انھیں اس نے بتائی ہے اس کا تعلق فقہی قوانین سے ہے نہ کہ عائلی قوانین سے۔ اگر کراچی (سندھ) کے کوئی صاحب اس کے متعلق ہمیں مطلع فرما سکیں تو ہم ان کے شکم گزار ہوں گے۔

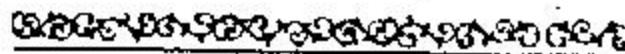
فقہ حنفی کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے تین دفعہ طلاق۔ طلاق۔ طلاق کا لفظ کہہ دے تو بیوی پر طلاق پڑ جاتی ہے (یعنی ان کا فسخ ہو جاتا ہے) اور اگر وہ شخص اپنے اس عمل پر نادم ہو اور اس بیوی سے دوبارہ رشتہ زوجیت استوار کرنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی بیوی کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے خواہ ایک رات کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اس کا یہ نیا خاوند اسے طلاق دے۔ اس کے بعد وہ اپنے سابقہ خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں۔

اہل حدیث حضرات اس کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک طلاق کا لفظ تین بار دھرانے سے تین طلاق نہیں پڑتیں۔ اسے ایک طلاق ہی شمار کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں جریدہ الاعتصام نے لکھا ہے :-  
لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت نہ بنے اور طلاق ضروری دینی پڑ جائے تو طلاق کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس کی تلقین ہمیں کی گئی ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ طلاق کا احسن طریقہ یہ ہے کہ تین طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یعنی عورت ماہواری (حیض) کے بعد غسل کر کے جب پاک ہو جائے (جو طہر کی حالت کہلاتی ہے) تو اس میں ایک طلاق دے دی جائے۔ پھر دوسرے بیٹنے دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے بیٹنے تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے۔ جیسا کہ فقہائے احناف نے اسے طلاق احسن کہا ہے۔ اور اس کی دو قسمیں اور کی ہیں (۲) طلاق حسن اور تیسری طلاق بدعی۔ لیکن غور کیا جائے تو تین طہروں میں تین طلاقیں کی ضرورت ہی نہیں۔ ایک مرتبہ ہی طہر کی حالت میں ایک طلاق دے دینا کافی ہے۔ یہ طلاق رجعی ہوگی اگر شوہر عدت (تین حیض یا تین ماہ بہ اختلاف حالات) کے اندر رجوع نہیں کرے گا تو طلاق اپنے آپ متحقق ہو جائے گی مزید طلاقیں دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اس مسئلہ طلاق کا فائدہ یہ ہے کہ اگر رجوع کی کوئی صورت عدت گزرنے سے پہلے ہی بن گئی تو وہ اپنے قول یا عمل سے رجوع کرے گا اور اگر عدت گزرنے کے بعد دوبارہ اس کو گھر میں لانے کا احساس پیدا ہوگا تب بھی اس کے لئے یہ راستہ کھلا رہے گا کہ بکارج جدید اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔  
الاعتصام نے طلاق کا جو مسنون طریقہ بنایا ہے اس کی رو سے، ایک مرتبہ کی طلاق کے بعد عدت کے دوران وہ میاں بیوی بلا تجدید نکاح میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔ اس طلاق کا ان کے رشتہ زوجیت پر کوئی اثر

نہیں پڑتا۔ اور عدت گزر جانے کے بعد وہ ایسا تجدید نکاح کی رو سے کر سکتے ہیں۔ الاعتصام نے بات یہیں ختم کر دی ہے۔ قرآن کریم کا یہ حکم نہیں کہ اگر ان میاں بیوی میں دوبارہ طلاق کی صورت پیدا ہو جائے تو ان کے لئے اسی طریق سے دوبارہ میاں بیوی بن جانے کی گنجائش ہے۔ لیکن اگر انہوں نے تیسری مرتبہ ایسا کیا تو پھر اس کی گنجائش نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عورت کسی اور جگہ شادی کر لے، اور اس کے بعد اسے طلاق ہو جائے، تو پھر اپنے پہلے خاوند سے شادی کر سکتی ہے۔

لیکن فقہ حنفی ہو یا فقہ اہل حدیث، ان میں اور قرآنی قانون میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اول الذکر خاوند کو اس کا حق دیتے ہیں کہ وہ جس وقت چاہے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو جائے تو ایک ثالثی بورڈ مقرر کیا جائے جو ان میں باہمی مصالحت کی کوشش کرے۔ اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جائے تو فیہما۔ ورنہ ان دونوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ پہلی طلاق ہوگی۔ اس کے بعد کی صورت کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

عالمی قوانین میں طلاق کا یہی طریق بنایا گیا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے یہی قانون اس وقت ملک میں رائج ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ سندھ شریعت بیچ اسی قانون کا جائزہ لے گی؟ ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی ہے کہ اس سے پہلے پشاور کی شریعت بیچ، عالمی قوانین کی اس شق کو ”خلافت اسلام“ قرار دے چکی ہے جس کی رو سے، (قرآن کے مطابق) یتیم پورے کو دادا کی وراثت سے حصہ مل سکتا تھا۔ طلوع اسلام میں اس کے متعلق تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔



## مطالب الفرقان (جلد سوم)

مطالب الفرقان کی پہلی جلد اکتوبر ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی تھی اور دوسری اکتوبر ۱۹۷۹ء میں۔ ارادہ تھا کہ آئندہ جلدیں اسی رفتار سے شائع کی جاتی رہیں گی۔ چنانچہ جلد سوم کا مسودہ ۱۹۷۹ء میں مکمل ہو گیا تھا لیکن کتابت اور طباعت کے راستے میں ایسی رکاوٹیں پیش آئی ہیں جن کی وجہ سے اس کی اشاعت میں مہرہ مہرہ تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اللہ الحمد کہ اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں اور کتاب چھپ کر آگئی ہے۔ یہ سورہ بقرہ کی آیات ۱۱۳ تا ۲۸۶ (اختتام سورہ بقرہ) پر مشتمل ہے۔ علاوہ انہیں اس کے ساتھ چھتیس صفحات پر پھیلا ہوا، بیسویں جلدوں (یعنی سورہ فاتحہ اور مکمل سورہ بقرہ) کے مضامین کا ایک کس بھی شامل ہے۔ اس سے قرآن کریم کی نمایاں تعلیم بیک نظر سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلے میں کتاب کے عنوانات پر ایک نگاہ ڈالیے۔ ۱۔ والدین کے بنیادی اصول (۲) معارف (۳) مرکز ملت (کعبہ) (۴) رزمگاہ حیات (۵) یقینات اور کتاب (۶) آل و ملا مسلمہ کا نفرنس (۷) دیون خانہ (عالمی زندگی) (۸) قرآنی نظام کے ابتدائی مراحل۔ کتابت۔ طباعت۔ کافہ۔ جلد میں سابقہ معیار برقرار رکھا گیا ہے لیکن مضامین اس کی پہلی دونوں جلدوں کے مقابل میں زیادہ ہیں۔ یعنی قریب ساڑھے پانچ سو صفحات۔ اس لحاظ سے قیمت میں بھی کچھ اضافہ ناگزیر ہو گیا۔ یعنی ۵۷/- فی جلد (علاوہ محصول ڈاک)

(ناظم ادارہ)